نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماجی تعلقات اور معاصر تکثیری معاشرے کے لیے راہنما اصول

* ڈاکٹر محمد منشاطیب

** ڈاکٹر محمد افضل

Abstract

Islam is the religion of peace and teaches mutual respect and good social relationship to its followers.But unfortunately it's a general mis-conception that Islam wants its followers to keep away from the believers of other religions. It is true that the Holy Prophet (P.B.U.H) has drawn a line of distinction between a Muslims and a non-Muslims in Makkah or in Madinah for the core purpose of maintaining Islamic uniqueness among other religions rather than denying plural society. In fact, Hazrat Muhammad (S.A.W) has provided certain guidelines to his followers regarding plural society. According to the vision of Allah's Messenger (Peace Be Upon Him) regarding plural society, all individuals, irrespective of their religious identity, should be treated equally. He (S.A.W) did not allow any prejudice, torture and discrimination on the basis of religion.Allah's Apostle (S.A.W) directed Muslim to uphold equity, honesty and tolerance in order to maintain relationships with all our social contacts.In this paper, efforts are made to collect a few examples from prophet's Seerah to get the best guiednence in this era from these examples to live a balanced life with the other non Muslim nations.

Keywords: Holy Prophet, plural society, best guidance, mutual respect, social contacts.

تعارف

اسلام اَعلیٰ اَخلاق و کردار اور اَمن و آشتی کا حامل وہ آخری دین ہے جو اپنے پیروکاروں کو معاشرتی زندگی میں اعلیٰ اخلاق و کردار اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ اِسلام نہ صرف اپنے پیروکاروں کو آپس میں اچھے تعلقات اور باہمی احترام کا درس دیتا ہے بلکہ دیگر مذاہب کے ماننے والے تمام شہریوں (غیر محارب) سے بھی اچھے سلوک اور ان کے ساتھ اچھے تعلقات کا خواہاں ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مکی اور مدنی دونوں ادوار سے ہمیں یہی راہنمائی ملتی ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اچھے سماجی تعلقات کا اسوہ پیش کیا۔ مکہ مکرمہ کے سخت ترین دشمنی کے ماحول میں بھی کئی کفار

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ڈگری کالج پھول نگر، قصور

** اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

قریش کے ساتھ آپ کے اچھے تعلقات کی مثال پیش کی جاسکتی ہے اسی طرح مدنی زندگی میں بھی آپ کے کئی ایک یہودی افراد کے ساتھ سماجی تعلقات کی مثالیں موجود ہیں جن سے مسلمان کو سماجی اور معاشرتی زندگی گزارنے کی راہنمائی ملتی ہے۔

عصر حاضر میں بعض اسباب ووجوہ کی بنا پر اسلام اور اہل اسلام اس پر اپیگنڈے کا شکار ہیں کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے نفرت کا درس دیتا ہے۔ اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے حاملین کو حقیر گردانتا ہے اور اپنے متبعین کو ان کے ساتھ سماجی و معاشرتی تعلقات اختیار کرنے سے روکتا ہے لہذا اسلام کی ان تعلیمات کی وجہ سے اہل اسلام کے ساتھ کسی معاشرے میں خوش گوار تعلقات قائم کرنا اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنا ممکن نہیں ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ اعتراضات اسلام کی تعلیمات سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہیں۔ اسلام سماج اور معاشرے میں مذہبی اختلافات کو برداشت کرتا ہے اور ایسے معاشرے کے وجود کو تسلیم کرتا ہے جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے افراد قیام پذیر ہوں، قران کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ[1]

"اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے"

مذکورہ آیت سے صراحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں دین حق ایک ہی ہے اور اس کی خوشنودی اسی میں ہے کہ اسے قبول کیا جائے مگر اس کی مشیت یہ نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے لوگوں کو اختیار اور ارادہ کی آزادی بخشی ہے کہ جس راہ کو چاہیں اس پر عمل کریں۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام زندگی ایک طرح کے مشترک سماج میں بسر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسلموں کے ساتھ سماجی تعلقات اور ان کے ساتھ حسن سلوک تاریخ اسلامی کا ایک روشن باب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کے پڑوسی رہے، غیر مسلموں کو دعوت کھلانے اور تحائف دینے کے ساتھ ساتھ تحائف قبول کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں سے قرض لیا، ان پر مال واسباب خرچ کیا، غیر مسلم بیماروں کی عیادت فرمائی۔ آپ کے اسوہ حسنہ سے غیر مسلموں کے ساتھ ہر نوع کے سماجی و معاشرتی تعلق کی مثالیں ملتی ہیں۔ ہم زیر نظر آرٹیکل میں مسلمانوں کے غیر مسلم اقوام کے ساتھ سماجی و معاشرتی تعلقات کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی کے اہم گوشوں سے عصر حاضر کے

معاشرے کے لیے وہ ہدایات اور اصول اخذ کرنے اور انہیں ذکر کرنے کی کوشش کریں گے جو انسانی معاشرے کے لیے امن و آشتی کی بنیاد ہیں اور اگر مسلمان ان اصولوں کو اپنالیں تو نہ صرف وہ اسلام کے کلاف پھیلائی گئی غلط فہمیوں کے ازالے میں کامیاب ہوں گے بلکہ وہ معاشرے میں امن کے فروغ کے ساتھ ساتھ اسلام کے فروغ کا بھی باعث بنیں گے۔

کسی بھی انسانی معاشرے میں مختلف افراد سے سماجی تعلقات قائم کرنے کے حوالے سے جب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر غور کیا جائے تو آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے مسلمانوں کو نرمی، تحمل، بردباری، برداشت، حلم اور عفو و درگزر اختیار کرنے کی راہنمائی ملتی ہے اور اس ضمن میں نبی کریم ﷺ نے اس طرح کی کوئی خاص ہدایت نہیں فرمائی کہ ان اخلاق عالیہ کا مظاہرہ صرف مسلمان کے ساتھ کرنا ہے اور غیر مسلم کے ساتھ برے اور درشت اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ ہدایات عام ہیں اور اسلام اپنے پیروکاروں سے ہر حال میں وسیع ظرفی، بلند اخلاق، عدل وانصاف کا دامن تھامنے اور معاشرتی زندگی میں حسن سلوک اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے خواہ کوئی مسلمان غیر مسلم معاشرے کا شہری ہو یا اسلامی معاشرے کا نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کی راہنمائی یہی ہے کہ ہر مسلمان اپنی ذات کو اوصاف حمیدہ سے مزین رکھے۔

عمومی سماجی تعلقات کے ضمن میں اسلام کی یہی تعلیمات ہیں البتہ کسی خاص صورت حال میں یا دشمن اسلام قوم کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں اسلام نے ایک بنیادی قاعدہ اور اصول ارشاد فرمادیا ہے جو مسلمانوں کے لیے ایک پالیسی اور راہنما اصول کا درجہ رکھتا ہے۔ سورۃ الممتحنہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ. إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔[2]

"اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقینا اللہ انصاف

کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں"

غیر مسلموں کے ساتھ سماجی تعلقات کے ضمن میں مذکورہ آیات بہت اہم ہیں۔ ان سے راہنمائی ملتی ہے کہ حربی کفار کے علاوہ دیگر غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسلام اس پر کوئی روک نہیں لگاتا، یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے خلاف برسر جنگ ہوں، جنہوں نے مسلمانوں پر ظلم روا رکھا ہو، ان کے اموال غصب کیے ہوں، انہیں گھروں سے بے دخل کیا ہو اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے والے گروہوں کی مدد کی ہو اسلام اپنے پیروکاروں کو ان کے ساتھ موالات کا تعلق قائم کرنے سے منع فرماتا ہے جبکہ اس کے علاوہ جو غیر حربی کافر ہوں اور جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف لڑائی کا ارتکاب نہیں کیا اور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ نہیں کیا اسلام ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور سماجی تعلقات قائم کرنے سے منع نہیں فرماتا۔

مسلمان کے لیے غیر مسلموں کے ساتھ سماجی و معاشرتی تعلقات کے ضوابط کی اصل بنیاد مذکورہ آیات میں موجود غیر مسلموں کی یہی تقسیم ہے۔ اسی تقسیم کی بنا پر مسلم فقہاء اور علماء نے فروعی مسائل اور تفصیلات اخذ کیں جو فقہی لٹریچر میں بہت تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ جب ہم اس اصول اور تقسیم کا انطباق عصر حاضر میں کرتے ہیں تو فی زمانہ ہمیں اس تقسیم سے مختلف صورت حال کا سامنا ہے۔ موجودہ دور میں انسانی معاشرے اس کے علاوہ بعض دیگر بنیادوں پر تشکیل پا چکے ہیں۔ موجودہ حالات میں قومی ریاستوں کی تشکیل اور عالمی حالات میں جغرافیائی تبدیلیوں کی وجہ سے معاشروں کی تشکیل وطنیت کی بنیاد پر ہو رہی ہے۔

عصرِ حاضر میں مختلف سماجی اور سیاسی عوامل کے نتیجے میں مخلوط معاشرے یا قومی ریاستیں وجود میں آرہی ہیں جہاں تمام مذاہب کے ماننے والے اس حیثیت میں قیام پذیر ہوتے ہیں کہ وہ شہری حقوق میں برابر ہوتے ہیں اور اس معاشرے کی پہچان مذہب کی بنیاد پر نہیں ہوتی اور نہ ہی معاشرہ مذہب کی بنیاد پر کسی دوسرے معاشرے یا مذہبی افراد سے مخالفت رکھتا ہے۔ ایسے معاشرے جمہوری اور سیکولر پہچان کے حامل ہوتے ہیں جہاں تمام مذاہب کے ماننے والے مل جل کر رہتے ہیں اور معاشرتی امور میں یکساں

حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان معاشروں کے دیگر ممالک سے تعلقات کی بنیاد بھی ملکی مفادات ہوتے ہیں نہ کہ معاشرے کے افراد کی مذہبی ہم آہنگی۔ ان وجوہات کی بناپر زیرِ بحث مسئلہ میں اسلام کی راہنمائی کو موجودہ تناظر میں دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ایسے حالات میں اسلام اپنے پیروکاروں کو کس طرح کی معاشرتی زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے اور غیر مسلموں کے ساتھ کس طرح کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔

زیر بحث مسئلہ کی متعدد جہات پر غور وفکر کرتے ہوئے سیرت طیبہ سے راہنمائی اخذ کرتے وقت اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے نبی اکرم ﷺ کی بعثت تمام دنیا کے لیے ہے۔ آپ ﷺ کو صرف عالم عرب یا کسی خاص علاقے کی طرف نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ تمام دنیا آپ کے پیغام کی مخاطب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا[3]

"کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں"

چنانچہ اس اعتبار سے تمام دنیا نبی اکرم ﷺ کی امت دعوت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی امت کے غیر مسلم بھی اس اعتبار سے آپ کی امت کا حصہ ہیں کہ وہ امت دعوت ہیں جن تک اسلام کی دعوت پہنچانا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے بعد علمائے اسلام اور امت مسلمہ کے عوام کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کی تکمیل صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ان کے ساتھ باہمی سماجی تعلقات کو فروغ دیا جائے۔ اگر کسی معاشرے میں مسلمان دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے اپنے سماجی اور معاشرتی تعلقات ہی منقطع کرلے گا تو وہ دوسروں کو اسلام کی دعوت کیسے دے گا اور انہیں اسلام کی طرف کیسے بلا پائے گا چنانچہ اسلام بدیہی طور پر معاشرے میں مختلف گروہوں کے مل جل کر رہنے کا قائل ہے اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ اور سیرت طیبہ سے مسلمانوں کو یہی درس دیا ہے اس ضمن میں عصر حاضر کے معاشرے کے لیے تفصیلی ہدایات اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ماخوذ نظائر ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

سماجی تقریبات میں شرکت:

تقریبات انسانی معاشرے اور سماجی زندگی کا اہم ترین حصہ ہیں۔ یہ انسانی فطرت میں شامل ہے کہ انسان

اپنی خوشی، غمی اور دیگر مواقع میں دیگر لوگوں کو شامل کرنا چاہتا ہے اور ان کی شمولیت پر خوش ہوتا ہے اور عدم شمولیت پر ناخوش۔ خوشی اور غمی کے حوالے سے اکٹھا ہونے اور ایک دوسرے سے اظہار دکھ یا خوشی میں شریک ہونے کے ان مواقع کو تقریبات کہا جاتا ہے۔ عصر حاضر کے تکثیری معاشروں اور مشترک سماج میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے یہ سوال انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ آیا وہ غیر مسلموں کی طرف سے منعقد ہونے والی اس نوع کی تقریبات میں شامل ہوسکتے ہیں یا نہیں، بالخصوص جب غیر مسلم کمیونٹی کی طرف سے مسلمانوں کو اس طرح کی تقریبات میں شمولیت کی دعوت بھی دے دی جائے اور مسلمانوں کی عدم شمولیت کو محسوس بھی کیا جائے تو مسلمانوں کے لیے اس طرح کی تقریبات میں شمولیت کا کیا حکم ہے؟ اگر اس نوع کی تقریبات میں شرکت کی اجازت ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟ مذکورہ سوال کے جواب کے لیے جب ہم اسلامی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ اسلام ہمیں کسی بھی ایسی تقریب میں شرکت سے منع کرتا ہے جو مذہبی عبادات اور مذہبی شعائر پر مبنی ہو اس کے علاوہ سماجی تقریبات میں شرکت سے ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تقریبات کی دو قسمیں ہوتی ہیں

1۔ خالص مذہبی تقریبات جیسے کرسمس، ہولی، دیوالی وغیرہ

2۔ سماجی اور معاشرتی تقریبات جیسے یوم آزادی، یوم اتحاد، ملازمت وغیرہ ملنے یا امتحان وغیرہ پاس کرنے کی خوشی میں کوئی تقریب وغیرہ۔

مسلمان کے لیے کسی بھی نوع کی خالص مذہبی تقریب میں شریک ہونا مذہبی طور پر درست نہیں ہے ہاں البتہ وہ غیر مذہبی، سماجی اور معاشرتی تقریبات میں شریک ہو سکتا ہے۔ البتہ اب مخصوص تہواروں کے بعد خوشی کے لیے اور دوسروں کو شامل کرنے کے لیے الگ سے تقریبات کا انعقاد شروع کر دیا گیا ہے جیسے مسلمان عید ملن پارٹی کا انعقاد کرتے ہیں اسی طرح عیسائی کرسمس کے حوالے سے تقریبات کا اہتمام کرتے ہیں جن کی پہچان مذہبی کی بجائے غالب طور پر سماجی ہوتی ہے یا سماجی مذہبی ہوتی ہے یعنی ان تقریبات کو مذہبی اور معاشرتی خانوں میں الگ الگ کرنا ممکن نہیں ہوتا تو اس طرح کی تقریبات میں شامل ہونے اور غیر مسلموں کو مبارکباد وغیرہ دینے کا کیا حکم ہے؟۔ اس طرح کی مختلف النوع تقریبات میں شرکت کے حوالے سے اسلام کا نقطہ نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بنیادی طور پر غیر مسلموں کی

عبادات میں شمولیت اور ان کی ثقافتی نقالی و مشابہت سے منع فرماتا ہے یعنی اسلام کے پیش نظر عقائد اسلام کے تحفظ اور ان کی برتری کا اثبات ہے چنانچہ اس اعتبار سے ہر اس تقریب میں شرکت کی اجازت ہوگی جہاں مسلمان کو کسی نوع کی غیر مسلم عبادت میں شامل نہ ہونا پڑے اور ہر اس تقریب میں شرکت کی ممانعت ہوگی جہاں مذہبی شعائر اور عبادات بجالائی جائیں۔ نتیجے کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں مذکورہ بالا انواع کی تقریبات میں شرکت چند شروط کے ساتھ جائز ہے، وہ شروط درج ذیل ہیں:

1۔ مسلمان غیر مسلموں کی ایسی تقریبات میں شریک ہو سکتا ہے جن میں غیر مسلم کوئی مذہبی شعائر نہیں بجالاتے اور اگر اسے کسی غیر مسلم عبادت میں شامل ہونا پڑے تو ایسی تقریب میں شامل ہونا درست نہیں، گویا اصل ممانعت غیر مسلموں کی عبادات میں شمولیت سے ہے نہ کہ تقریب میں شامل ہونے سے، چنانچہ اس نوع کی تقریبات میں شرکت ہوئے یہ امر پیش نظر ہونا ضروری ہے کہ ایسے اعمال سے لازمی طور پر پرہیز کیا جائے جو شرکیہ ہوں یا ان میں شرک کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔

2۔ غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کے حوالے دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنا جداگانہ تشخص برقرار رکھنے اور غیر مسلم اقوام کی نقالی کرنے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا[4]

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کی"

لہذا کسی مسلمان کے لیے غیر مسلم اقوام کی ثقافتی نقالی اور مشابہت کسی طور پر بھی درست اور روا نہیں ہے یعنی اگر اسے کسی غیر مسلم تقریب میں شامل ہونے سے غیر مسلموں کی نقالی یا ان کی مشابہت اختیار کرنا پڑے تو اس نوع کی تقریب سے بھی گریز لازم ہے۔

3۔ اس ضمن میں تیسرا اور سب سے اہم اصول یہ ہے کہ مسلمان کے لیے اس طرح کی کسی بھی تقریب میں شرکت کی اجازت اور غیر مسلموں سے سماجی تعلقات قائم کرنے کی اجازت کے پیچھے جو اصل مقصد کار فرما ہے وہ دعوت اسلام کا فروغ ہے چنانچہ یہ مقصد کسی بھی حال میں ایک مسلمان کے ذہن اور قلب سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے۔ مسلمان کے لیے اس طرح کی کسی بھی تقریب میں شامل ہوتے ہوئے یہی مقصد پیش نظر ہونا چاہئے کہ انہیں دین حقہ کی دعوت دی جاسکے۔ نبی اکرم ﷺ کے

اسوہ حسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مکہ کے مشہور میلوں عکاظ اور ذوالمجنۃ وغیرہ میں جاتے تھے اور لوگوں کو دعوت اسلام دیا کرتے تھے۔

غیر مسلموں کو سلام کرنا:

عصر حاضر کے مشترک سماج اور تکثیری معاشروں میں مسلمانوں اور دیگر اقوام کے بکثرت روابط کی بنا پر یہ سوال سب سے زیادہ پوچھا جارہا ہے کہ آیا کوئی مسلمان غیر مسلم کو سلام میں پہل کر سکتا ہے؟ اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم پہلے سلام کرے تو اسے جواب دیا جا سکتا ہے؟ ہمارے ہاں کئی جگہوں پر ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے ساتھ کام کرنے والے غیر مسلم عیسائی وغیرہ ہمیں سلام میں پہل کرتے ہیں اور ان کے پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ اس سے مسلمان خوش ہوں گے کہ اس نے ہمارا طریقہ کار اختیار کیا ہے تو کیا ایسے مواقع پر انہیں سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟ اسی طرح ان لوگوں کے ملنے پر انہیں سلام میں پہل کرنا کیسا ہے؟ غیر مسلم کو سلام میں ابتدا کرنے کے حوالے سے عموما علماء کرام کی جواز اور عدم جواز دونوں طرح کی آراء ذکر کی جاتی ہیں۔ مانعین کی دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم میں مذکورہ مشہور حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

لَا تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ، فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ، فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ[5]

"یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب تم ان کے کسی فرد سے راستے میں ملو تو اسے تنگ راستے کی طرف دھکیل دو"

یہ حدیث الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ مختلف کتب احادیث میں وارد ہوئی ہے اور یہی حدیث ان اصحاب علم کی دلیل ہے جن کے نزدیک غیر مسلم کو سلام کرنے میں ابتدا کرنا جائز نہیں ہے۔ جن علماء و فقہاء کے ہاں غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پہل کی جا سکتی ہے ان کی دلیل سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ سیدنا اسامہ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں لوگوں کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے، اس مجلس میں مشرکین، یہودی، بت پرست اور مسلمان سبھی لوگ موجود تھے آپ نے انہیں السلام علیکم کہا۔[6]

غیر مسلموں کو سلام کرنے میں ابتدا کو جائز قرار دینے والوں کی دوسری دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان

گرامی قدر ہے:

أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ[7] "اپنے درمیان سلام کو عام کرو"

ان اصحاب علم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث عام ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید مذکور نہیں ہے بلکہ بعض احادیث میں تو یہ الفاظ مذکور ہیں

أَيُّ الإِسْلاَمِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ[8]

"ایک شخص نے سوال کی کہ ال اللہ کے رسول! سب سے بہترین اسلام کون سا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے چاہے تو اسے جانتا ہے یا نہیں جانتا"

ان اصحاب فکر و دانش کی تیسری دلیل قرآن کریم کی اس آیت کا عموم ہے

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ

"کہ جب اللہ تعالی نے کفار کے ساتھ حسن سلوک کی اجازت دی ہے تو سلام بھی حسن سلوک ہی ہے۔ مزید یہ کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود، ابو الدرداء اور سیدنا ابو امامہ وغیرہ غیر مسلموں کو سلام کیا کرتے تھے۔"

ہماری رائے عصر حاضر کے سماج میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے یہ ہے کہ اگر وہ موجودہ معاشرتی ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے کسی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر غیر مسلموں کو سلام میں پہل کرتا ہے تو اس کا عمل نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مخالف نہ ہو گا۔ ہماری رائے میں مانعین جواز کی ذکر کردہ حدیث نبی اکرم ﷺ نے عام غیر مسلموں کی بجائے خاص حربی کفار (یہود) کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی جیسا کہ متعدد صحابہ کرام ابو عبد الرحمان الجہنی، ابو بصرہ الغفاری اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھم وغیرہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ اس وقت ارشاد فرمائے تھے جب آپ بنو قریظہ کا محاصرہ کرنے کے لیے نکلنے کا اعلان کر رہے تھے، حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

إِنِّي رَاكِبٌ غَدًا إِلَى الْيَهُودِ فَلَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، فَإِذَا سَلَّمُوا عَلَيْكُمْ فَقُولُوا: وَعَلَيْكُمْ[9]

"میں کل یہودیوں کے پاس جاؤں گا چنانچہ تم انہیں سلام میں پہل مت کرنا اور اگر وہ تمہیں سلام کریں تو تم وعلیکم کہہ دینا۔"

مسند احمد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :إِنَّا غَادُونَ عَلَى يَهُودَ فَلَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ [10]

"میں صبح یہود پر حملہ کروں گا چنانچہ تم انہیں سلام میں پہل مت کرنا"

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کا تعلق حربی کفار کے ساتھ ہے نا کہ عام غیر مسلموں کے ساتھ اس موقف کی تائید کئی اصحاب علم کے ہاں سے ملتی ہے جیسا کہ امام اسحاق بن راہویہ کا موقف ہے وہ فرماتے ہیں کہ سلام میں ابتدا کی ممانعت سے مراد یہ تھا کہ آپ ﷺ تو یہود پر حملہ کرنے کے لیے تشریف لے جارہے تھے اور اس کیفیت میں سلام کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم تمہیں امن و سلامتی دیتے ہیں لہذا نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو اس سے منع فرمادیا۔[11]

اسی طرح امام ابن قیمؒ نے امام ابن تیمیہؒ کی صراحت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمان اس وقت ارشاد فرمایا جب آپ ﷺ بنو قریظہ سے لڑائی کے لیے تشریف لے جارہے تھے، آپ ﷺ نے سلام میں پہل سے منع فرمایا کیونکہ سلام کا مطلب امن و سلامتی ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ تو ان سے لڑائی کرنے کے لیے جارہے تھے [12]

ان تمام دلائل سے یہی بات مترشح ہوتی ہے کہ موجودہ صورت حال میں تکثیری معاشروں میں قیام پذیر مسلمان اگر کسی ضرورت اور مصلحت یا کسی اور بنا پر غیر مسلموں کو سلام کریں تو ان کا یہ عمل خلاف شریعت نہیں ہوگا۔

غیر مسلموں کی مہمان نوازی کرنا اور ان کی دعوت قبول کرنا:

انسانی معاشرے میں ایک دوسرے کی دعوت کرنا اور دوسرے کی طرف سے دی گئی دعوت قبول کرنا اوران کی تقریبات میں شرکت کرنا بھی باہمی تعلقات کی استواری کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ موجودہ دور کے مشترک سماج اور تکثیری معاشرہ میں مسلمانوں کا غیر مسلموں کو دعوت میں بلانا، ان کی مہمان نوازی کرنا اور ان کی طرف سے دی گئی دعوت کو قبول کرنا شرعاً جائز ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ سے ثابت شدہ امر ہے۔ آپ کے اسوہ حسنہ سے ہمیں یہی راہنمائی ملتی ہے کہ غیر مسلم کی مہمان نوازی کرنے اور انکی کھانے کی دعوت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کی مہمان نوازی کی ہے۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے ثمامہ بن اثال کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ جب انہیں قیدی بنایا گیا تو نبی اکرم

ﷺ نے خود ان کی میزبانی فرمائی، سیدنا ثمامہ بن اثال کا کھانا نبی اکرم ﷺ کے گھر سے آتا تھا۔[13] امام بیہقیؒ اور امام ابن کثیرؒ نے حبشہ کے عیسائیوں کے وفد کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ حبشہ کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا تو آپ ﷺ نے خود ان کی میزبانی فرمائی، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم ان کی خدمت کے لیے کافی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُمْ كَانُوا لِأَصْحَابِنَا مُكْرِمِينَ وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُكَافِئَهُمْ[14]

"انہوں نے ہمارے ساتھیوں کی تکریم کی تھی تو کیوں نا میں خود ان کی عزت افزائی کروں"

اسی طرح قبیلۂ ثقیف کے وفد کو، جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا، آپؐ نے مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی مہمان نوازی فرمائی حضرت خالد بن سعیدؓ ان کے کھانے پینے کا انتظام فرماتے تھے۔[15]

ان روایات سے یہ صراحت ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس غیر مسلم مہمان آتے تو آپ ان کی میزبانی فرمایا کرتے تھے، چنانچہ غیر مسلم کو کھانا کھلانا اور اس کی مہمان نوازی کرنا نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ ہے۔ غیر مسلم کی میزبانی کے ساتھ ساتھ آپ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود آپ ﷺ نے غیر مسلموں کی دعوتیں قبول بھی کی ہیں اور غیر مسلموں سے کھانے کے تحائف قبول کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے گھر جا کر بھی کھانا تناول فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت ہے:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ يَهُودِيًّا دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، فَأَجَابَهُ[16]

"ایک یہودی نے نبی ﷺ کو جو کی روٹی اور چربی کے سالن کی دعوت دی۔ آپؐ نے قبول فرمائی"

"اسی طرح غزوہ خیبر کے بعد یہودیہ عورت زینب کے نبی اکرم کی دعوت کرنے اور آپ کے قبول کرنے کا واقعہ بہت معروف ہے صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو فتح خیبر کے بعد ایک بکری (گوشت) ہدیہ کی گئی جس میں زہر تھا"[17]

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ معاشروں میں کسی غیر مسلم کو دعوت پر بلانے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور اسی طرح کسی غیر مسلم کی دعوت قبول کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ سے بے شمار واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ نے غیر

مسلموں کی مہمان نوازی بھی کی ہے اور خود ان کے کھانے کی دعوتیں بھی قبول فرمائی ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور پیش نظر رہنی چاہئے کہ ان کے کھانے میں کوئی حرام چیز ہو تو ایسا کھانا حرام ہو گا جیسے آج کل یورپی ممالک میں کھانے میں شراب یا سؤر کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے تو اس طرح کی صورت میں کسی مسلمان کے لیے ایسی دعوت قبول کرنا کسی صورت میں بھی درست نہ ہو گا البتہ حلال کھانا کھانے اور کھلانے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

تحائف کا تبادلہ:

سماجی اور معاشرتی زندگی میں تحائف دینے اور تحائف قبول کرنے کی بہت اہمیت ہے۔ تحائف کے تبادلے سے معاشرتی تعلقات مستحکم اور خوشگوار ہوتے ہیں خصوصاً موجودہ دور کے تکثیری اور مشترک سماج میں تو اس عمل کی اہمیت کئی پہلوؤں سے بڑھ جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کئی فرامین کے ذریعے تحائف کے تبادلے کی ترغیب دی ہے۔ خود آپ ﷺ تحائف عطا بھی فرماتے تھے اور قبول بھی کرتے تھے۔ آپ کی سیرت طیبہ سے اس حوالے سے بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے نا صرف مسلمانوں کے تحائف قبول کیے بلکہ غیر مسلموں عوام کے علاوہ غیر مسلم حکمرانوں کے تحائف بھی قبول فرمائے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَهْدَى كِسْرَى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبِلَ مِنْهُ، وَأَهْدَى لَهُ قَيْصَرُ فَقَبِلَ مِنْهُ، وَأَهْدَتْ لَهُ الْمُلُوكُ فَقَبِلَ مِنْهَا[18]

"کسریٰ نے نبی کریم کو ہدیہ دیا، آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور قیصر نے آپ ﷺ کو تحفہ دیا، آپ نے قبول فرمایا، اسی طرح دیگر بادشاہوں نے آپ کو ہدایا دیے آپ نے وہ بھی قبول فرمائے"

اسی طرح صحیح بخاری کی روایت میں حاکم ایلہ کے نبی اکرم ﷺ کو تحفہ بھیجنے کا تذکرہ ہے، ابو حمید الساعدی کی روایت کے الفاظ ہیں:

وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَ كَسَاهُ بُرْدًا وَ كَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ[19]

"اور ایلہ کے حاکم (یوحنا بن روبہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید خچر اور ایک چادر کا تحفہ بھیجا۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریری طور پر اسے اس کی حکومت پر برقرار رکھا"

صحیح بخاری ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اکیدر حاکم دومۃ الجندل کے نبی اکرم ﷺ کو ریشمی جبہ بھیجنے کا تذکرہ ہے[20]

ان احادیث کے علاوہ بھی بہت سی احادیث سے نبی اکرم ﷺ کو تحائف دیے جانے اور اور آپ کے تحائف قبول کرنے کی تفصیلات ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرے میں بسنے والے غیر مسلم افراد کی طرف سے ملنے والا تحفہ قبول کیا جاسکتا ہے اور انہیں تحفہ دیا بھی جاسکتا ہے البتہ شریعت اسلامیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں کچھ شرائط کو مد نظر رکھنا ضروری ہے،

اس سلسلے میں ایک تو مختلف صحابہ کرام بالخصوص سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے یہ صراحت ملتی ہے کہ ایسے تحائف اگر تو عام حالات میں لیے اور دیے جائیں تو پھر تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے لیکن اگر غیر مسلموں کی عید وغیرہ یا کسی خاص مواقع پر تحائف کا تبادلہ کیا جائے تو پھر یہ عمل درست نہیں ہے۔[21]

دوسری اہم ہدایت یہ ہے کہ ان تحائف کے دینے اور قبول کرنے میں پیش نظر یہ بات ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو اسلام کے قریب کیا جاسکے، یعنی ان سے تعلقات بڑھانے کی پیچھے یہ مقصد سامنے رہنا چاہئے کہ انہیں مانوس کر کے اسلام کی دعوت دی جاسکے۔ اس کے علاوہ محض ذاتی تعلقات کی بہتری کے لیے ایسا کرنا شریعت کے مقاصد کے ساتھ ہم آہنگ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بعض مشرکین کے ہدایا اور تحائف قبول کرنے سے انکار بھی فرمایا ہے۔[22] جس کی مختلف ائمہ کرام اور محدثین نے مختلف توجیہات فرمائی ہیں۔ ہماری رائے کے مطابق عصر حاضر کے تناظر کو سامنے رکھتے ہوئے ان روایات سے یہی راہنمائی اخذ ہوتی ہے کہ تحائف کے تبادلے کے پیش نظر ذاتی تعلقات اور مفادات کی بجائے دعوت دین اور مسلمانوں کا ملی مفاد مقصود ہونا چاہئے۔

غیر مسلم مریضوں کی عیادت کرنا:

سماجی تعلقات میں ایک اہم تعلق اور ایک اہم فرض مریض کی عیادت ہے۔ اسلام میں مریض کی عیادت کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو جب کسی کے بیمار ہونے کی خبر ملتی تو آپ بنفس نفیس مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کی عیادت کے لیے بھی تشریف لے جایا کرتے تھے جس سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ موجودہ دور کے معاشروں میں جہاں کہیں مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ مل کر رہائش پذیر ہیں تو مسلمانوں کو غیر مسلم بیماروں کی عیادت کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے، مریض کی عیادت کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

عَائِدُ الْمَرِيضِ فِي مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ[23]

"مریض کی عیادت کرنے والا واپس لوٹنے تک ایسے ہوتا ہے جیسے جنت میں ہے"

یہ حدیث عام ہے جس میں مریض کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے لہذا یہ فضیلت ہر نوع کے مریض کے لیے عام ہے، صحیح بخاری کی دیگر احادیث میں نبی اکرم ﷺ کے یہودی لڑکے کی عیادت کا تذکرہ موجود ہے، صحیح بخاری کی روایت ہے:

أَنَّ غُلاَمًا لِيَهُودَ، كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالَ: «أَسْلِمْ» فَأَسْلَمَ[24]

"ایک یہودی بچہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے اسے کہا کہ اسلام قبول کر لو، اس نے اسلام قبول کر لیا"

یہ روایت مختصر ہے بعض دیگر روایات میں مزید تفصیل ہے کہ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا، والد نے کہا کہ ابو القاسم کی بات مان لو جس پر اس نے کلمہ پڑھ لیا اور آپ ﷺ جب وہاں سے اٹھے تو آپ نے فرمایا "تمام تعریفیں اس اللہ کی ذات کے لیے ہیں جس نے اس بچے کو آگ سے بچا لیا"[25]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کا تذکرہ کتب حدیث و سیرت میں ملتا ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے اسے کہا کہ اے ماموں لا الہ الا اللہ پڑھ لو اس نے پوچھا کیا یہ میرے لیے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

نبی اکرم ﷺ کی اپنے چچا جناب ابو طالب کی وفات سے پہلے ان کی عیادت کے لیے حاضری اور انہیں اسلام کی دعوت دینے کا تذکرہ تو تقریبا ہر حدیث و سیرت کی کتاب میں مذکور ہے۔[26]

ان تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جس طرح مسلمانوں کی عیادت فرماتے تھے اسی طرح آپ غیر مسلموں کی عیادت کے لیے بھی تشریف لے جایا کرتے تھے اور موقع کی مناسبت سے مریض کو اسلام کی دعوت بھی دیا کرتے تھے کیونکہ یہ وہ موقع ہوتا جب مریض کا دل انتہائی نرم ہوتا ہے، ایسے حالات میں وہ عموماً لوگوں کی توجہ سے محروم ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر ایسی صورت حال میں کوئی شخص اس کی مزاج پرسی کرے تو اس کو بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے اور ایسے وقت میں وہ عیادت کرنے والوں کی بات کو بڑی توجہ اور احسان مندی کے ساتھ سنتا ہے لہذا اگر اس کے سامنے اسلام کی دعوت رکھی جائے تو وہ اس کو توجہ کے ساتھ سنے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے سیرت مطہرہ کے ان واقعات سے رسول اللہ کا یہ اُسوہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مریض کی عیادت اور مزاج پرسی کو دعوتِ اسلام کا ذریعہ بنانا چاہئے۔

موجودہ معاشرتی تناظر میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے ان واقعات سے راہنمائی لیتے ہوئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں دعوت دین کے فروغ کی خاطر غیر مسلموں کی عیادت کا اجتماعی طور پر اہتمام کرنا چاہئے، چند افراد مل کر ہسپتال کا چکر لگا سکتے ہیں، غیر مسلم مریضوں کی ضروریات کی مناسب فراہمی کا انتظام کیا جا سکتا ہے، انہیں خون عطیہ کیا جا سکتا ہے، مریض کے اہل خانہ کی مدد کا بندوبست کیا جا سکتا ہے اور یہ ایسے افعال ہیں جن سے لوگوں کو اسلام کے قریب کرنے میں مدد ملے گی۔

غیر مسلموں سے تعزیت کرنا:

تکثیری سماج اور مخلوط معاشروں میں اگر کوئی غیر مسلم فوت ہو جائے تو مسلمان کے لیے اس کی تعزیت کرنا جائز ہے۔ یہ ایک سماجی تقاضا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس پر کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ اس ضمن میں غیر مسلموں سے عمومی حسن سلوک کی تاکید کو علماء کرام نے بطور دلیل ذکر کیا ہے۔[27] اسی طرح امام عبد الرزاق الصنعانی نے المصنف میں غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کے حوالے سے باب قائم کر کے امام مکحول کے حوالے سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جناب ابو طالب کے جنازے میں کنارے کنارے چلتے ہوئے ساتھ تشریف لے گئے تھے، لیکن آپ نے نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی البتہ بطور دعا یہ الفاظ ارشاد فرمائے: وَصَلَتْكَ رَحِمٌ، وَجُزِيتَ خَيْرًا [28]

"رشتہ نے آپ کو مجھ سے جوڑ دیا ہے، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے"

یہودی کی میت کی تکریم کے حوالے سے امام بخاریؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ تشریف

فرماتے تھے کہ ایک یہودی کا جنازہ گذرا، آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو گئے، آپ سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ انسان نہیں ہے؟[29]

حضرت حسن بصریؒ کے حوالے سے ملتا ہے کہ ان کہ ہاں ایک عیسائی آتا تھا جب اس کی وفات ہوئی تو جناب حسن بصریؒ اس کے بھائی سے ملے اور اس سے تعزیت فرمائی۔[30]

اسی طرح امام ابویوسفؒ نے کتاب الخراج میں ذمی کی تعزیت کے عنوان سے باقاعدہ باب قائم کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے اس ضمن میں متعلقہ تفصیلات نقل کی ہیں۔[31]

ان دلائل سے ثابت ہوتا کہ غیر مسلم کی تعزیت کی جاسکتی ہے اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اس ضمن میں یہ بات بطور خاص ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کہ مسلمان کے لیے ان کے خاص مراسم عبودیت میں شریک ہونا درست نہیں، صرف تعزیت کی اجازت ہے کیونکہ تعزیت سے مرنے والے سے تعلق کا اظہار اور لواحقین کو تسلی اور دلاسا دینا مقصود ہوتا ہے اور شریعت میں اس پر کوئی قدغن نہیں ہے لیکن جن افعال میں غیر مسلموں کی عبادات شامل ہوں گی اس میں مسلمان کو شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے اسی طرح غیر مسلم کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالی نے صراحت کے ساتھ منع فرمادیا ہے۔

غیر مسلم کے ساتھ کاروبار کرنا:

انسانی معاشرے کی اہم ترین سرگرمیوں میں سے ایک سرگرمی کاروبار ہے۔ معیشت کسی بھی سماج کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام نے اپنے متبعین کو کاروبار کرنے کے لیے تفصیلی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔ تکثیری معاشرے میں رہنے والے مسلمان کے لیے تجارت سے متعلقہ مسائل میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ کسی غیر مسلم کے ساتھ شراکت کی بنیاد پر کوئی کاروبار کر سکتا ہے؟ اسی طرح کسی غیر مسلم سے خرید و فروخت کرنے کو شریعت اسلامیہ کس نظر سے دیکھتی ہے؟ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ کاروباری شراکت اور ان کے ساتھ خرید و فروخت میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے بعد

یہودیوں کے ساتھ کاشت کاری میں شراکت کی تھی۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین یہود کو دی تھی کہ وہ اس پر کھیتی باڑی کریں انہیں پیداوار کا نصف حصہ دیا جائے گا۔[32]

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے "کتاب الشرکہ" میں اس طرح عنوان قائم کیا ہے :" ذمی اور مشرکین کیساتھ زرعی شراکت کا بیان" جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ شراکت پر کاروبار کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہجرت کے موقع پر ایک کافر کے ساتھ راستہ کی راہنمائی کے لئے اجرت پر معاملہ طے کیا تھا۔[33]

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت غیر مسلم کے ساتھ کاروباری شراکت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے علاوہ غیر مسلم کے ساتھ خرید و فروخت کرنے کے حوالے سے بھی نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ آپ نے ان کے ساتھ خرید و فروخت کے معاملات فرمائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اچانک پراگندہ بال اور لمبے قد والا ایک مشرک کچھ بکریاں ہانک کر لایا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ بکریاں برائے فروخت ہیں یا بطور عطیہ دینے کے لیے ہیں؟ اس نے کہا کہ بیچنے کے لیے چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔[34] اسی طرح سیدہ عائشہؓ کی روایت ہے:

اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ[35]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ بطور رہن رکھی"

یہ تمام روایات اس امر پر دال ہیں کہ تکثیری سماج کے مسلمانوں کے لیے غیر مسلموں کے ساتھ کاروباری شراکت پر کوئی ممانعت نہیں ہے، اسی طرح غیر مسلموں کے ساتھ خرید و فروخت کرنے پر بھی شریعت اسلامیہ کوئی قدغن عائد نہیں کرتی البتہ یہ امر پیش نظر رہنا چاہئے کہ مسلمان کے لیے کاروباری معاملات میں سودی لین دین کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی مسلمان حرام اشیاء پر مشتمل کاروبار کر سکتا ہے۔

غیر مسلموں کی مالی مدد:

ضرورت مندوں اور محتاجوں پر خرچ کرنا، ان کی ضرورت پوری کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ محتاجوں کی ضرورت پوری کرتے وقت دین و مذہب کا فرق نہیں دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ صدقہ کرتے وقت کسی شخص کا مذہب نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ ضرورت مند کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اس کی اعانت کی کوشش کرنی چاہئے۔ معاشرے میں بسنے والے افراد کا ایک دوسرے پر یہ حق ہوتا ہے کہ مشکل حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی جائے۔ مشترک معاشروں اور تکثیری سماج میں چونکہ مختلف مذاہب کے ماننے والے افراد اکٹھے رہائش پذیر ہوتے ہیں تو اس سے اس مغالطے میں نہیں آنا چاہئے کہ بوقت ضرورت صرف مسلمان کی مدد کی جاسکتی ہے اور غیر مسلم کی مدد کرنا درست نہیں ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے طرز عمل سے مسلمانوں کی یہ تربیت فرمائی کہ معاشرے کو لوگوں پر خرچ کرتے وقت ان کا دین اور مذہب نہیں دیکھنا چاہئے، اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے کئی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ غیر مسلم افراد پر صدقہ فرمایا کرتے تھے۔ امام ابن زنجویہ نے سیدنا سعید بن المسیبؒ کے حوالے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک یہودی کے گھر والوں پر خرچ کیا کرتے تھے اور یہ صدقہ آپ کی وفات کے بعد بھی جاری رہا۔[36]

نبی اکرم ﷺ نے بوقت ضرورت غیر مسلموں پر خرچ کرنے کے حوالے سے ارشاد فرمایا، مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقُوا عَلَى أَهْلِ الْأَدْيَانِ[37]

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمام ادیان والوں پر صدقہ کیا کرو"

دراصل اس حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنے دینی بھائیوں پر ہی خرچ کیا کرو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی درج ذیل آیت نازل فرمائی :

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ[38]

"لوگوں کو راہ راست پر لانا آپ ﷺ کی ذمہ داری نہیں۔ بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔ اور جو مال تم خرچ کروگے وہ تمہارے اپنے ہی لیے ہے۔ اور جو تم خرچ کرتے ہو وہ اللہ ہی کی رضا کے لیے

کرتے ہو۔ اور جو بھی مال و دولت تم خرچ کروگے اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی "

چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔[39]

مسند احمد کی روایت میں ایک یہودیہ عورت کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرنے اور ان کے جوابا صدقہ دینے کی روایت بھی موجود ہے۔[40]

ان تمام مرویات سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ غیر مسلموں پر صدقہ فرمایا کرتے تھے، بلکہ احادیث میں یہودیوں پر صدقہ کرنے کا تذکرہ ہے اور وہ حربی کافر تھے تو جب آپ نے حربی کفار پر بھی صدقہ فرمایا ہے تو تکثیری معاشرے میں قیام پذیر غیر مسلم کے لیے تو یہ بالاولیٰ جائز ہوگا، البتہ اس ضمن میں ایک وضاحت ضروری ہے کہ یہ ساری بحث اور دلائل نفلی صدقہ کے حوالے سے تھی، فرض صدقہ اور زکاۃ غیر مسلم کو دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں حدیث نبوی میں صراحت کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ [41]

"(زکاۃ مسلمانوں کے) اغنیاء سے لی جائے گی اور (مسلمانوں کے) فقراء پر تقسیم کی جائے گی"

لہٰذا زکاۃ کے علاوہ نفلی صدقہ اگر کوئی غیر مسلم ضرورت مند ہو تو اسے دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح نفلی صدقہ تکثیری معاشرے کے مترک مقاصد کے حصول کے لیے جدوجہد پر بھی خرچ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ جدوجہد اچھے مقاصد کے حصول کے لیے ہو۔

تکثیری معاشرے میں قوانین کا اطلاق:

ایسے تکثیری معاشرے جہاں غیر مسلم آباد ہوں، ان پر ملکی قانون کے اطلاق کے حوالے سے ایک اہم سوال یہ ہے کہ ان پر کس قانون کا اطلاق ہوگا اور ان کے باہمی نزاعات کے فیصلے کن قوانین کے تحت ہوں گے؟ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کی قائم کردہ ریاست مدینہ سے بہت واضح راہنمائی ملتی ہے۔ ذیل میں چند نکات کی صورت میں ان کی تفصیل درج کئے جاتے ہیں

1۔ ایسے مشترک سماج میں غیر مسلم اپنے پرسنل لاء میں اپنے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ اس سلسلے میں سب سے واضح دلیل میثاق مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے یہودیوں کو دی

جانے والی یہ ضمانت ہے کہ وہ اپنے مرضی سے اپنے دین پر عمل پیرا ہونے میں آزاد ہوں گے، میثاق مدینہ کے الفاظ یہ ہیں:

لِلْیَهُودِ دِینُهُمْ، وَلِلْمُسْلِمِینَ دِینُهُم [42]

"یہود اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین پر عمل کریں گے"

2۔ نکاح و طلاق کے معاملات میں بھی غیر مسلم اپنے دین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے اور مسلمانوں کی طرف سے ان پر کوئی قدغن عائد نہیں کی جاسکتی۔ ان کے وہ نکاح جو ان کے عقیدے اور مذہب کے مطابق ہوں وہ ان کے مطابق زندگی بسر کریں گے خواہ ایسے نکاح اسلامی شریعت کی رو سے حرام ہی کیوں نہ ہوں۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہجر" نامی علاقے کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا اور ان کے نکاح سے تعرض نہیں کیا تھا حالانکہ یہ معروف بات ہے کہ وہ محرمات سے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں۔[43] البتہ اگر وہ چاہیں تو اس نوعیت کے معاملات کے فیصلے اسلامی قانون کے مطابق کرواسکتے ہیں۔

3۔ ایسے معاملات جن کا تعلق اجتماعی نظم سے ہو یعنی غیر مسلم اعلانیہ زنا اور فحاشی وغیرہ کا ارتکاب کریں تو انہیں ایسے افعال کی اجازت نہیں ہے، ایسے معاملات جن کا تعلق معاشرے کی اجتماعیت سے ہو یعنی ان معاملات کے بگاڑ سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہو تو وہاں اسلامی قوانین کا اطلاق ہو گا۔[44] البتہ اگر کسی غیر مسلم کے مذہب کے مطابق شراب حلال ہو تو اس کی خرید و فروخت کی انہیں اجازت ہو گی[45]

4۔ تکثیری معاشرے میں قیام پذیر غیر مسلموں پر اسلامی حدود کے نفاذ کے حوالے سے فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ احناف کے ہاں غیر مسلموں پر بھی حدود کا نفاذ ہو گا۔[46] جبکہ حنابلہ کے ہاں حدود سے متعلقہ جرائم کا فیصلہ بھی غیر مسلموں کے اپنے دین کے مطابق ہو گا ہاں اگر وہ اسلامی عدالت کی طرف رجوع کریں تو پھر اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ ہو گا۔[47]

قوانین کے اطلاق کے حوالے سے دو باتیں قابل غور ہیں جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہتر نتائج تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نوع کے واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے جب مسائل کا استنباط کیا تو ان کے سامنے اسلامی ریاست کے ذمیوں کا تصور تھا جو صلح کے ذریعے یا جنگ میں مغلوب ہو کر اسلامی ریاست کا حصہ بنے تھے اور اس دور کی ریاست کی بنیادی اور واحد پہچان اسلامی قانون تھا جبکہ

آج کا ریاستی نظم اس سے مختلف ہے۔ موجودہ دور کی ریاستیں جنگ کے بعد معرض وجود میں نہیں آئیں بلکہ ایک جدوجہد کے نتیجے میں معرض وجود میں آئی ہیں اور غیر مسلم بھی اس جدوجہد میں شریک رہے ہیں اور وہ اپنی مرضی سے ان ریاستوں کا حصہ بنے ہیں لہذا ان کی حیثیت ذمی سے الگ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ موجودہ ریاستی نظام میں کئی ایک چیزیں بین الاقوامی قوانین اور اداروں کے تابع ہیں۔ اقوام متحدہ کے رکن ممالک کے لیے بہت سے قوانین میں اقوام متحدہ کی ہدایات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں چونکہ اکثر چیزیں اجتہادی امور سے متعلق ہیں تو اس ضمن میں اس نوع کے جزئیات کو مسلم حاکمِ وقت کی صوابدید پر چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ مسلم عوام کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مناسب طرز عمل اختیار کر سکے اور جہاں وہ ضروری سمجھے علماء سے راہنمائی لے سکے، جیسے موجودہ دور میں اسلامی نظریاتی کونسل وقیع اور مؤقر فورم موجود ہے تو اس حوالے سے اس کی رائے کے مطابق مناسب اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور پرامن طریقے سے اپنے پھیلاؤ پر یقین رکھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ مکی دور میں کفار مکہ کے ساتھ اور مدنی دور میں یہودیوں کے ساتھ مل کر رہتے رہے۔ آپ نے اپنے طرز عمل اور اسوہ حسنہ سے امن و آشتی اور غیر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ بہترین سماجی تعلقات کو فروغ دیا۔ موجودہ دور کا ریاستی نظام قدیم دور اسلامی ریاستوں سے تھوڑا مختلف ہے۔ عصر حاضر میں معاشروں کی تشکیل مذہب کی بجائے وطنیت کی بنیاد پر ہو رہی ہے جس سے ایسے معاشروں میں قیام پذیر مسلمانوں کو مختلف النوع مسائل کا سامنا ہے۔ اس نوع کو معاشروں کے مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے جب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے اسوہ حسنہ پر غور کیا جائے تو آج کے دور کے مسائل کا بہترین حل اسوہ حسنہ میں ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے معاشرے میں قیام پذیر غیر مسلم اقوام کے ساتھ بہترین سماجی و معاشرتی تعلقات قائم کیے۔ آپ ﷺ کے پیش نظر سب سے اہم بات دعوت اسلام کا فروغ تھی۔ آپ ﷺ نے سماجی اور معاشرتی تعلقات کے حوالے سے جتنے اقدامات اٹھائے ان سب کے ثمر کے طور پر معاشرے میں امن اور اسلام کو فروغ ملا۔ عصر حاضر میں دنیا کے سامنے اسلام کا صحیح تشخص اجاگر کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرنا ہوگی۔

حوالہ جات

[1] Al-Hood,11:118
[2] Al-Mumtaḥinah,60: 8-9
[3] Ala'erāf,7: 158
[4] Al-tirmidhi, Muḥammad bin ʻĪsā, al-Jām'e,Kitaab Abwabul Istezan wal adab,baab ma ja_a fi karahiyatu isharatal yud bil-islam, Ḥadīth: 2695,Darul Islam,Riadh,Saudi Arab,2002.

[5] Al-qashiri, muslim bin Ḥajjāj, Al-Ṣaḥīḥ,kitaab UlAdab,Baab Alnaha un Ibtadaie Ahl-e-kitab Bil-islam Ḥadīth: 2167, Dar Ul Islam ,Riadh, Saudi Arab,2001.

[6] Bikhārī, Muḥammad bin ismā'īl, Al-Ṣaḥīḥ, kitaab Al Istaizan,baab Altasleem fi mujlis fihi Ikhtelat min almuslimeen ,Ḥadīth: 6254, Dar Ul Islam ,Riadh, Saudi Arab,2000.
[7] muslim Al Ṣaḥīḥ , kitab ul Emaan ,baab be annahu la yadhulul Janata,Ḥadīth: 54
[8]Bikhārī, Al-Ṣaḥīḥ, , kitab ul Emaan, baab Al Tuaam min al islam,Ḥadīth: 12
[9] Al-qazvīnī, Ibn e majah, Muḥammad bin Yazīd, Al-Sunan,kitaab ul Adab,baab Rad ul Islam alaa ehl-e-zima, Ḥadīth: 3699, Dar Ul Islam ,Riadh, Saudi Arab,2005.
[10] Abu Abdullah ,Aḥmad bin Ḥanbal, Al-Musnad, Ḥadīth: 27237,Maousa tul risala,Bairoot,Labnan,2001.
[11] Al-marwazī, isḥāq bin manṣūr, masā'il al-īmām Aḥmad bin ḥanbal wa isḥāq bin rahwaih,Aljamea tul Islamia be AlMadina Amunawara,2002, 2/ 337
[12] Ibn al-Qayyim, Al-jawziyyah, Aḥkām ahl al-dhimmah,Rimadi ul nashar,Aldamam ,1997, 3/1326
[13] Ibn e Ḥajar, Asqalānī, fatḥ al bārī,Dar ul Muarfa ,Bairoot,1998, 8/ 88
[14] Albehaqī, Aḥmad bin al-ḥusain, Dalā'l al nabuwwah,Dar ul kutab Al ilmia,Bairoot2004, 2/307
[15] Ibn e Kathīr,Abu al Fida ,Ismail bin umer, Al-Sīrah aal-nabawiyyah,Dar ul Muarifa lilnashar wa altozee,Bairoot, 4/ 55
[16]- Aḥmad bin Ḥanbal, Al-Musnad, Ḥadīth: 13201
[17] Bikhārī, Al-Ṣaḥīḥ,kitab Alhibah wa fazleha, bāb o Qubūl e al-hadiyyat o min al-mushrikīn
[18] Aḥmad bin Ḥanbal, Al-Musnad, Ḥadīth: 747
[19] Bikhārī, Al-Ṣaḥīḥ, kitab Alhibah wa fazleha, bāb o Qubūl e al-hadiyyat o min al-mushrikīn,Ḥadīth: 1481
[20] Abid,Bikhārī, Al-Ṣaḥīḥ, Ḥadīth: 2615
[21] Albehaqī, Aḥmad bin al-ḥusain, Al-sunan Al-Kubrā, Ḥadīth: 18865, Dar ul kutab Al ilmia,Bairoot2003.
Abdullah bin Muḥammad, ibn e abī shaibah, Al-Muṣṣanaf fil Ahadees wal Aasar, Ḥadīth: 24371,maktaba tul alrushd,Riadh,1982
[22] Al-tirmidhi, Muḥammad bin ʻĪsā, al-Jām'e, Abwab alseyyar,bab fi krahiya Hidayal mushrikeen,Ḥadīth: 1577
[23] Muslim, al-Ṣaḥīḥ,kitab Albirah wal selah,bab fadl-e-eyadatil mareedh, Ḥadīth, 2568
[24] Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ,kitab Almardha,bab ayadt-il-mushrik, Ḥadīth, 5657
[25] Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ,kitab Aljanaiez,bab eza aslama alsabi, Ḥadīth, 1356
[26] Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ,kitab almanakib,bab qisa abi talib, Ḥadīth, 3884
[27]Abdur Razzāq bin hammām, Al-San'ānī, Al-Muṣṣanaf, Ḥadīth: 9932, Almaktab Al islami ,Bairoot,1988
[28] Abdur Razzāq bin hammām, Al-San'ānī, Al-Muṣṣanaf, Ḥadīth: 9930

[29] Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ, Kitab Aljanaiez,bab min Qaama Lil Janazatil Yahodi,Ḥadīth, 1312
[30] Abu Yousaf, Yaqūb bin ībrāhīm, kitāb al Kharāj, p: 217,Almaktaba tul Zohriya,Misar
[31] Ibid,:235
[32] Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ,kitab al shika lilzimiyeen wal mushrikeen fil masharik, Ḥadīth, 2499
[33]Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ, kitab al Ajarah ,bab Istajar al mushrikeen endal zarura,Ḥadīth, 2263
[34] Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ,kitab Albiyou,baab alsharaye wal bay ma-al mushrikeen, Ḥadīth, 2216
[35] Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ,kitab albiyou,bab shara il imam, Ḥadīth, 2096
[36] Ibn e zanjuwaih, Ḥumaid bin makhlad, Al-Amwāl,markaz ul malik Faisal,Al Saudia, 3/ 1211
[37]- Abdullah bin Muḥammad, ibn e abī shaibah, Al-Muṣṣanaf, Ḥadīth: 10398
[38] Al-baqrah,2: 272
[39] Abdullah bin Muḥammad, ibn e abī shaibah, Al-Muṣṣanaf, Ḥadīth: 10398
[40] Aḥmad bin Ḥanbal, Al-Musnad, Ḥadīth: 747
[41] Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ,kitab Al Zakat,bab wajob al zakat, Ḥadīth, 1395
[42] Ibn e Hishām, Abdul Al-Malik,Al seeratul Nabviya lil abn-e-Hasham,maktaba Mustafa Albabi,Misar,1995, 1/ 503
[43] Ibn e Qudāmah, Al-Mughnī,muktaba Qahra, Misar,1970, 9/ 331
[44] Aḥkām o ahl al Dhimmah, 2/ 765
[45] Aḥmad bin ‘Alī, al-jaṣṣāṣ, Aḥkām al Qur’an,Dar-e-Ahiya ATuras Alarabi,Bairoot, 4/ 89
[46] Ibid
[47] Ibn e Qudāmah, Al-Mughnī, 9/ 82